ارشادات حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ

دعوات عبدیت حق
ضبط و ترتیب ـــــ ادارۃ الحق

خطبۂ جمعۃ المبارک ۹ جمادی الآخری ۱۳۹۵ھ

محبت موت

اللہ کی راہ میں قربانی

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) محترم بزرگو! اسلام کا دعویٰ تو سب کرتے ہیں۔ مگر اس پر کبھی نہ سوچا کہ اتنی بڑی نعمت عظمیٰ کے حصول اور باقی رکھنے کے لئے کچھ قربانی بھی چاہیئے۔

قربانی کے بغیر کوئی چیز نہیں ملتی یہ زمیندار لوگ دس بارہ من گندم اور جو کی خاطر سال بھر محنت کرتے ہیں۔ جون، جولائی کی سخت گرمی میں کھلیان میں رہتے ہیں، بھوسہ اڑاتے ہیں، غلہ صاف کرتے ہیں، گوڈی کرتے ہیں۔ در سخت سردی میں سردی کی پرواہ کئے بغیر نیند چھوڑ کر رات بھر پانی دیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ہماری نظر میں ایک نعمت اور فائدہ ہے۔ سب عوام یہ سمجھتے ہیں کہ دس من غلہ آرام و راحت سے بیٹھ کر نہیں مل سکتا۔ اگر کوئی سمجھے کہ میں تو دھوپ کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا، ایک سیر تخم اور کھاد بھی نہیں ڈال سکتا اور وقت پر میرا گھر گندم اور غلہ سے بھر جائے گا تو لوگ اسے بے وقوف اور پاگل کہیں گے ـــــ تو وقت خرچ کرو گے پیسے لگاؤ گے، تکلیف اٹھاؤ گے، قربانی دو گے پھر بھی یقینی نہیں شک والی بات ہے۔ کہ بارش ہو یا نہ ہو جیسے ہمارے علاقے کی خشک زمین ہے۔ مگر ۵، ۶ ماہ ایک امید اور طمع پر کاشتکار ہر قربانی دیتا ہے۔ ایک ملازم مہینہ کے آخر میں تنخواہ ملنے کے تصور سے سارا مہینہ ڈیوٹی دیتا ہے تو سوال یہ ہے کہ اسلام جیسی بڑی نعمت دین جس کے برابر کوئی نعمت نہیں، کیا اس کے لئے کسی تگ و دو اور قربانی کی ضرورت نہ ہوگی۔؟ اس نعمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جہنم سے نجات دی۔ وکنتم علی شفا حفرۃٍ من النار فانقذکم منھا۔ اسلام اور دین کی برکت سے جہنم کی گھاٹی کے کنارے انسانوں کو نجات دی گئی۔

رستم کے دربار میں صحابہؓ کی حق گوئی محترم بھائیو! غالباً حضرت مغیرہؓ یا کوئی اور صحابیؓ ہیں، رستم کے دربار میں گئے جو ایران کے جرنیل تھے، یعنی ہزاروں افواج کا کمانڈر ہے، حضرت مغیرہؓ مسلمان افواج کی طرف سے ان کے پاس گئے، ہاتھ میں ڈنڈا یا نیزہ ہے، پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اسی طرح صحابہؓ کی ایک چھوٹی

سی جماعت ہے۔ تو رستم نے جو کسریٰ بادشاہ کا کمانڈر تھا، جیسے کہ آجکل روس یا چین کی افواج کے سربراہ کو لو، تو وہ ان مفلوک الحال لوگوں کو بھی دیکھتا ہے۔ اپنے زرق برق لباس کو بھی دیکھتا ہے۔ اور ان صحابہؓ کی ہمت کو بھی کہ نہ کپڑے ہیں نہ دولت نہ خزانے، ہمت ایسی کہ عرب سے ایران آئے، ہماری سرزمین پر آکر ہمارے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔ وہ پوچھتا ہے کہ اتنی جرأت وہمت کہاں سے پیدا ہوئی۔ فرمایا: اے رستم ہم غریب لوگ تھے۔ ہماری حیثیت بدداؤں کی تھی، کوئی نہیں پہچانتا تھا ہمیں، بدو جنگل کا باشندہ ہوتا ہے۔ ہم ریتلی صحراؤں کے باشندے ہیں، ہمارے ملک میں نہ کوئی پیداوار ہے نہ آمدنی نہ درآمد برآمد اور اس وجہ سے باہر کی حکومتوں نے اس ملک پر نظر ہی نہیں ڈالی کہ ہر حکومت کوئی ملک حاصل کرتی ہے، تو پہلے اپنے نفع اور آمدنی کا سوچتی ہے۔ عرب میں اس وقت کوئی آمدنی نہ تھی، اب تو اللہ کا فضل ہے، اور واخرجت الارض اثقالھا۔ کا مصداق ہے۔ کہ آج اللہ نے دنیا کا پٹرول اور سونے کی کانیں اُسی سرزمین میں ظاہر کر دیں، ورنہ وہ تو وادیٔ غیر زرع تھی۔ آج بھی حاجی جاکر دیکھ سکتے ہیں کہ جہازوں کے ذریعہ مٹی لالا کر زمین پر پھیلا کر کچھ سبزی اور پھول پودے لگاتے ہیں۔

—— تو فرمایا کہ ہم بدو تھے ہم سوسمار کھاتے تھے جو کیڑا مکوڑا مل جاتا جنگل میں تو اسے کھاکر پیٹ پالتے۔ کہیں سفید پتھر پا لیتے تو اس کو سجدے کرنے لگ جاتے۔ نہ ملتا تو مٹی کے ڈھیر پر بکری کا دودھ دوھ کر اسی کی ڈنڈوت کرنے لگ جاتے۔ یہ تو ہمارے مذہب کی حالت اور کھانے پینے کا حال تھا۔

اب اللہ نے ہم پر فضل کیا اور ایک ایسی ہستی کو بھیجا جسکی زندگی اور صداقت ہمارے سامنے ہے۔ اس نے ہمارے سامنے اسلام پیش کیا اور آج ہم اسی اسلام کی برکت سے مصر کی حدود، شام کی حدود، حبش کی حدود تک پہنچ گئے ہیں، اور اب تمہاری باری ہے —— پھر کابل اور پاکستان کا نمبر ہے۔ ہمیں ساری دنیا پر اسلام کا جھنڈا بلند کرنا ہے۔

پھر کہا کہ اب تیری مرضی ہے، کہ اس دعوت کو قبول کرتا ہے یا نہیں۔ اور ہمارے ان پھٹے پرانے کپڑوں پر مست جائیو۔ میرے ساتھی موت کو ایسا محبوب سمجھتے ہیں جیسا تم لوگ شراب کو وہ موت کو حیات سمجھتے ہیں ——۔

ایک جاہلانہ بات اور آج بھی ہمارے بعض بھائی بہنیں مرنے والے کی موت پر کہتے ہیں کہ زندوں پر تو گذرے گی، جانے والا ختم ہو گیا۔ تو مسلمان کا عقیدہ ایسا نہیں ہونا چاہیے زندوں کا پتہ نہیں چلتا کہ کیسے گذرے گی۔ آخری خاتمہ کفر پر ہے یا ایمان پر۔ اور جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا وہ کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے فلاح پائی —— تو صحابیؓ نے فرمایا کہ میرے ساتھی موتِ شہادت کو فلاح سمجھتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں قربان ہونے پر موت کے وقت کہتے ہیں کہ فزت ورب الکعبۃ۔ رب کعبہ کی قسم اب میں نے کامیابی پالی ہے۔

موت ذریعۂ وصال محبوب | وہ موت سے نہیں بھاگتے بلکہ موت سے گلے ملتے ہیں، خوشی سے، کہ یہ موت تو میرے محبوب کے ملنے کا دروازہ ہے ۔ الموت جسرٌ یوصل الحبیب الی الحبیب ۔ اگر دریا کے اُس پار محبوب ہے اور آپ اُس سے ملنا چاہیں تو دریا پہ پل کی ضرورت ہوگی تو آپ کو پل بھی محبوب ہوگا کہ اس کے ذریعہ محبوب کا دیدار اور ملاقات ہوجائے گی۔

حضرت بلالؓ پر سکرات طاری تھے ۔ ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ؎

غداً القی الاحبہ　　　محمداً و حزبہٗ

کل میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت اور اپنے ساتھیوں سے ملوں گا۔ اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ قبر میں نکیر ومنکر حضورؐ اقدس کے بارہ میں بھی پوچھیں گے ۔کہ ماتقول فی حق ھذا الرجل ۔؟ اس ذاتِ اقدسؐ کے بارہ میں آپ کیا جانتے ہیں۔؟ علماء نے کئی توجیہات کی ہیں۔ ایک یہ کہ حضورؐ کے روضۂ اطہر اور اس میت کے درمیان حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ اور یہ شخص حضورؐ کو دیکھ رہا ہے۔ اور یہ کوئی ناممکن نہیں، آج ایسی دوربین ہیں کہ یہاں پہ لگاؤ تو ڈیرہ اسماعیل خان اور سوات کی پہاڑیوں کے پار سب کچھ نظر آتا ہے۔ ٹیلی ویژن کا کیمرہ ہمیں دنیا کے دوسرے سرے کے حالات دکھا سکتا ہے ۔ تو اگر انسان سائنس کے ذریعہ یہ سب کچھ کرسکتا ہے تو خدا کی قدرت کو کوئی بعید نہیں کہ تم اکوڑہ کی قبر میں ہو اور اللہ تعالیٰ یہاں سے حضورِ اقدسؐ کی قبر کی زیارت کرادے ، بیچ کے حجابات اٹھادے ۔

—— تو جب نکیر ومنکر ان کیطرف اشارہ کرکے پوچھیں گے کہ ان کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے ؟ تو ایک عاشق اس وقت کتنی خوشی منائے گا۔ اچھلے گا، کودے گا۔ کہ یا اللہ دس سال پہلے مرچکا ہوتا کہ رسول اللہؐ کا دیدار حاصل کرچکا ہوتا۔ اب میت کو گھر بار، بیوی بچوں کی جدائی کا دکھ ہوگا بھی تو حضورؐ کو دیکھ کر سب ختم ہوجائے گا —— وفات کے وقت حضرت بلالؓ خوش ہورہے ہیں، ہنستے ہیں کہ اب حضورؐ سے ملاقات ہوگی۔

شہادت حقیقی کامیابی | —— تو رستم کو صحابیؓ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میرے ساتھی شہادت پہ نثار ہوتے ہیں۔ اسے کامیابی سمجھتے ہیں جو حقیقت میں بھی کامیابی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایمان نصیب فرمادے اور تمہارے ساتھی کفر کے لئے لڑ رہے ہیں کہ انہیں شراب پلادو اور دماغ ماؤف کردو۔ آج بھی دشمن نوجوں پہ شراب پلاکر گولی چلواتے ہیں۔

امتِ محمدیہؐ ہونے کی برکتیں | —— تو میرے بھائیو! اسلام کی برکت سے ہم انڈونیشیا سے لیکر قبرص تک لیبیا اور افریقہ کے دور دراز کناروں تک ، اندلس تک سب مسلمان ہیں، حکمران ہیں اسلام کی برکت ہے کہ ہمیں حکومتیں ملی ہیں، حضورؐ کی برکت سے اللہ نے دین کی نعمت دی اسلام کی برکت ہوگی کہ جب قبر سے حضورؐ اٹھیں گے۔

تو امت ان کے ساتھ ہوگی، وہ امت جو امت اجابت ہوگی۔ پیروی کرنے والی امت، پھر اسلام کی برکت سے حضورؐ کے ساتھ ہی سب سے پہلے امت بھی پل صراط سے گذرے گی، اسلام کی برکت سے جنت کا دروازہ جب سب سے پہلے حضورؐ کیلئے کھولا جائے گا۔ تو امت بھی سب سے پہلے ساتھ ہی داخل ہوگی کہ جہاں آقا ہو وہاں غلام بھی ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ امت باقی انبیاء کرام سے بھی افضل ہے۔ نہیں حاشا وکلا دنیا میں بھی بادشاہ کے خاص خدام نوکر چاکر آگے پیچھے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ پھر وزیر اعظم اور وزراء تو چپڑاسی اور خدام کا درجہ وزیروں سے کم ہے۔ مگر معیت انہیں اپنے آقا کی حاصل ہوتی ہے۔

—— تو آقا کے ساتھ سبقت تو انہیں حاصل ہوگئی اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمنا کی کہ میں بھی شامل ہو جاؤں۔ اللہ نے فرمایا کہ تیرا خود اونچا مقام ہے۔ نبی کا مقام الگ اور امتی کا الگ ہوتا ہے۔

چار پائی کی موت پر صحابہؓ کو صدمہ تو بھائیو! موت کی بات آگئی مسلمان وہ ہے جو موت سے بھاگے نہیں خاص کر وہ موت جو اسلام کے لئے دین کے لئے ہو وہ تو اللہ سے ایسی موت مانگتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کو گھر میں چارپائی پر موت آتی تو انہیں صدمہ ہوتا کہ گھر میں چارپائی پر کیوں موت آئی۔

لاش کی منتقلی کی ایک جاہلانہ رسم ہمارے پٹھانوں میں یہ بھی ایک جاہلانہ رواج ہے کہ کراچی مرے، بمبئی یا کلکتہ میں مریں تو کابل پہنچائیں گے یورپ سے میتوں کو گھر پہنچاتے ہیں۔ یہ پٹھانوں کا غلط رواج ہے، یہ میت کی توہین ہے۔ اور تحقیر ہے اور بہت بڑا ظلم ہے میت کے ساتھ، انسان عاجز ہے، تھوڑی مدت میں لاش سڑ جاتی ہے، پھول جاتی ہے۔ بدبو پھیل جاتی ہے۔ انسان اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ تو ایسا کرنے والے اپنے رشتہ دار اور عزیز، بھائی کی بے پردہ دری کرتے ہیں۔ تو صحابہؓ کو تو گھر سے باہر جہاد میں شہادت کی تمنا ہوتی تھی۔

حضرت خالدؓ خدا کی تلوار حضرت خالد بن الولید سیف من سیوف اللہ تھے۔ یعنی خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار۔ خدا نے کافروں کی گردنیں قلم کرنے کیلئے یہ تلوار پیدا کی۔ وہ جب اپنی چارپائی پر وفات پانے لگے تو آس پاس عزیز واقارب جمع تھے تو دو باتیں انہوں نے فرمائیں۔ ایک یہ کہ دیکھو یہ نہیں کہ ایک شخص میدان کارزار سے دور رہے تو زندہ رہ جائے گا۔ اور میدان کارزار والا مر جائے گا۔ بزدل ہمیشہ یہ سمجھتا ہے۔

موت اٹل ہے۔ خدا کا ارشاد ہے: اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ۔ جہاں کہیں بھی تم ہوگے موت تمہیں آئے گی۔ خواہ بڑے مضبوط حصاروں اور برجوں میں کیوں نہ بیٹھے ہو —— موت سے نہیں بچ سکو گے۔ برجوں والے یا دوائی اور ڈاکٹروں والے موت سے اگر بچ سکتے تو یہ امراء اور رؤساء کبھی نہ مرتے۔ ایک ایک امیر کے ساتھ دس دس ڈاکٹر لگے ہیں دنیا بھر کی دوائیاں ہیں، موٹریں بھری ہیں دوائیوں کی۔ مگر وہ جب مرتے ہیں تو کوئی نہیں بچا سکتا۔ وما یغنی عنہ مالہ اذا تردیٰ۔ ہاں عالم اسباب میں

دوائیوں کا ارتکاب جائز ہے۔ مگر یہ عقیدہ کہ محفوظ جگہ بیٹھ کر بچ جاؤں گا۔ یہ غلط بات ہے تو حضرت خالدؓ وفات کے وقت مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات راسخ کرانا چاہتے تھے کہ میری ساری زندگی میدانِ جہاد میں گذری حضورؐ کے زمانے میں، اسلام لانے سے قبل بھی لڑائیوں میں پیش پیش، جنگ احد میں بھی کفار کی طرف سے کمانڈر تھے اس سے قبل کی لڑائیوں میں بھی پھر جب حضورؐ کے قدموں میں گرے اور اسلام لائے تو ہر جہاد میں جرنیل رہے۔ خادمِ خاص بنے حضورؐ کے سپاہی بنے حضورِ اقدسؐ نے فرمایا: خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام۔ جو تم میں جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر و برتر ہیں۔

حضورؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں جتنی لڑائیاں ہوئیں، حضرت عمرؓ کے دور میں بھی غزوات میں آپ موجود تھے۔ امیر تھے بہت تجربہ کار جرنیل تھے۔ ان کے بعد کسی قوم نے ان جیسا جرنیل نہیں پیش کیا۔ وہ ساتھیوں سے کہتے ہیں کہ سر سے پاؤں تک، ناخنوں تک سارے جسم پر زخم لگے ہیں۔ نشان سارے جسم پر تھے، تلوار، برچھی، نیزے، تیر، چاقو، سر سے پاؤں تک کوئی جگہ اسلحہ کی ضربوں سے خالی نہ تھی، مگر خدا کو منظور نہ تھا۔۔۔۔ تو آج چارپائی پر موت آرہی ہے۔ اور فرمایا کہ میں اس پر افسوس کر رہا ہوں۔ کہ کیوں گھر میں موت آئی، کاش میں میدانِ جہاد میں مر جاتا۔ علماء نے اس میں بھی نکتہ بیان کیا ہے کہ حضرت خالدؓ کی اتنی اچھی تمنا کیوں پوری نہ ہو سکی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی شان محفوظ رکھتے ہیں۔ رسولِ کریم نے غزوۂ ذات الامراء میں تین امیر مقرر فرمائے اور فرمایا کہ ایک امیر شہید ہوا تو دوسرا امیر ہوگا۔ دوسرا شہید ہوا تو تیسرا امیر ہوگا۔ تینوں امراء شہید ہوگئے تو لوگوں نے ان کو ایک فولادی تلوار دیدی تو نو۹ تلواریں ان کی کٹائی میں ٹوٹ گئیں اور حضرت خالدؓ بچ گئے۔

حضورؐ مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو اطلاع دیتے جارہے ہیں کہ فلاں شہید ہوگئے، اب فلاں شہید ہوگئے، صحابہ کرام سنتے رہے، جبرئیل علیہ السلام یہ خبر دیتے رہے، کئی سو میل دور کی لڑائی کی خبریں وحی کے ذریعہ آرہی ہیں۔ آپؐ جنگ کا نقشہ مدینہ منورہ میں بیان کرتے جارہے ہیں۔ تو فرمایا کہ اب خدا کے قہر و جلال کی تلوار کے ہاتھ میں تلوار آگئی۔ اب کوئی کافر ٹھہر نہیں سکے گا۔ سیفٌ من سیوف اللہ۔ تو علماء نے لکھا ہے کہ جب حضورؐ نے انہیں اللہ کی تلوار کہا تو اب تلوار کا کام تو اوروں کو کاٹنا ہے۔ خود کٹنا نہیں تو اگر آپ میدانِ جنگ میں کافروں کے ہاتھوں شہید ہوتے ہوتے تو کافر ہنستے کہ یہ کیسی تلوار تھی کہ ہم نے کاٹ دی تو حضورؐ کے عطا کردہ لقب کو اللہ نے محفوظ رکھنا تھا۔ تو یہ تمنائے شہادت، شہادت کی شکل میں پوری نہ ہو سکی۔ مگر وہ تو غازیوں کے سردار ہیں۔

۔۔۔۔۔ تو غرض یہ ہے کہ حضورِ اقدسؐ اور صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے کہ اللہ کی راہ میں قربان ہو جائیں حضورِ اقدسؐ جمعہ کا دن ہے خطبہ دے رہے ہیں، حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ چھوٹے بچے تھے۔

مسجد میں تشریف لائے، حضورؐ نے انہیں گود میں اٹھالیا۔ اور فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ سیدا شباب اهل الجنه۔ حضرت حسنؓ کو اشارہ فرما کر کہا کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری امت کے دو فریقوں میں صلح کرائے گا۔

آپ نے اولاد اور صحابہؓ کے بچنے کی دعا نہ فرمائی حضورؐ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو چکا تھا کہ میری یہ اولاد اللہ کی راہ میں شہید ہوگی۔ جیسے حضرت حسینؓ کربلا میں شہید ہوئے تو اللہ نے ان کو بتلا دیا۔ حضورؐ نے اشارات بھی مستقبل کے فرما دئے۔ جیسے ایک دفعہ حضورؐ جبل احد پر چڑھے۔ ان کے ساتھ صدیقؓ بھی تھے، حضرت عمر فاروقؓ بھی اور حضرت عثمان بھی، تو پہاڑ ہلنے لگا۔ گویا خوشی سے ناز رفتاری کرنے لگا۔ جیسے کبھی گھوڑے پر سواری کے وقت مستی آجائے، وہ جھوم اٹھتا ہے، تو پہاڑ خوشی سے جھوم اٹھا۔ تو حضورؐ نے پہاڑ پر ایک ٹھوکر دے کر فرمایا کہ: اسکن فان علیك نبی وصدیق وشهیدان۔ ادب سے رہو، اس لئے کہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ ایک حضرت عمرؓ اور دوسرے حضرت عثمانؓ شہید تھے اور حضورؐ کو وحی سے معلوم ہوا تھا کہ یہ خدا کی راہ میں شہید ہوں گے، خبر دیدی۔ مگر یہ دعا نہ کی کہ یا اللہ انہیں قتل ہونے سے بچالے، ان کو ظالموں اور قاتلوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے، اس لئے کہ شہید ہونا تو عین کامیابی ہے۔ فزت ورب الکعبه۔

شہادت پر ماتم کرنے والوں کو سبق آپ تو چاہتے تھے کہ میری اولاد اور میرے صحابہؓ خدا کی راہ میں سب کچھ قربان کر دیں۔ ہم نے دعویٰ تو کیا کہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ قربان کریں گے مگر جب عمل کا وقت آیا تو پیچھے ہٹنے لگیں اور مجاہدین اور شہداء کا ماتم کرنے لگ جائیں۔ آج اگر ایک جاہل کہدے کہ حضورؐ کو پتہ تھا کہ حضرت حسینؓ شہید ہوں گے، اور ایسے ایسے مظالم اور مصائب جس کا شیعہ ماتم خوان بڑھا چڑھا کر ذکر کرتے رہتے ہیں۔ تو حضورؐ نے دعا کیوں نہ فرمائی کہ میرے نواسے اس تکلیف سے بچ جائیں۔ تو اُن کا جواب تو یہ ہے کہ حضورؐ کا راہِ خدا میں مال و جان اور اولاد و صحابہؓ کا قربان ہو جانا عین مطلوب ہے۔ موت تو آنی چیز ہے، جب شہادت کی شکل میں آئے تو خوشی کا باعث ہے نہ کہ غم اور ماتم کرنے کا۔

شاہ عبدالعزیزؒ کے الزامی جوابات اور ایسے لوگوں کو الزامی جواب دینا تو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کا کمال تھا۔ دہلی میں بڑے بڑے علماء ہیں انگریز نئے نئے ہندوستان آئے تو ان کے پادری اسلام کے خلاف شبہات پھیلاتے اور مناظرے کرتے تھے۔ ایک پادری یورپ سے آیا، شاہ صاحب کی شہرت سنی تو وائسرائے سے خواہش ظاہر کی کہ ذرا ان سے ملا دیجئے۔ کہا: انہیں مت چھیڑو، زبردست عالم ہیں، شرمندہ ہو جاؤ گے۔ اُن سے مناظرہ مشکل ہے۔ اس نے کہا میں نے بہت ایسے علماء دیکھے ہیں، آپ ملاقات کرا دیں۔ انگریز حاکم نے کہا،

بہت بہتر، مل لیں گے۔

——— ملاقات کے وقت بہت سی باتیں ہوئیں۔ جن میں دو باتیں بطور خاص تھیں، ایک بات پادری نے حضرت شاہ صاحبؒ سے یہ دریافت کی ایک راستہ پر ایک مسافر جارہا ہے، آگے ایک چوراہے پر پہنچ کر دیکھتا ہے کہ ایک درخت کے سایہ میں ایک شخص سویا پڑا ہے، اور دوسرا شخص اس کے ساتھ بیٹھا جاگ رہا ہے۔ اس رہگذر کو راستہ کی تلاش ہے کہ چوراہے پر کدھر مڑے، اب یہ رہگذر سوئے ہوئے شخص سے پوچھے گا یا جاگنے والے سے۔ شاہ صاحب سوال کی تہ میں پہنچ گئے اور فوراً کہا کہ سوتے ہوئے شخص کا انتظار کرے گا۔ اس لئے کہ جاگتا ہوا خود اسی انتظار میں بیٹھا ہوا ہے۔ کہ سویا ہوا جاگے تو مجھے راستہ بتلادے اس کو راستہ معلوم نہ تھا، اس لئے تو بیٹھ گیا ہے ورنہ چلتا رہتا۔ اب نیا آنے والا بھی جاگنے والے سے کیا پوچھے گا۔

مسیح کی نہیں حضورؐ کی پیروی تو مطلب پادری کا یہ تھا کہ تم مسلمان خود حضور اقدسؐ کی وفات کے قائل ہو کہ وہ دنیا سے آرام فرما چکے ہیں۔ گویا کہ جیسے سوئے ہوئے ہوں۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں تم معترف ہو کہ وہ آسمانوں میں زندہ ہیں۔ تو اب آپ لوگ جاگے ہوئے سے دریافت کریں گے یا سوئے ہوئے سے۔ مطلب یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ خود انتظار میں جاگ رہے ہیں کہ ضرورت پڑے کہ سوئے ہوئے کی مدد کیلئے پہنچ سکوں اور وہ قیامت سے پہلے اٹھے ہوئے فتنوں سے دین اسلام کی حفاظت فرمادیں گے۔ وہ سوئے ہوئے کے آرڈر کے انتظار میں ہیں کہ اس کے احکام پر عملدرآمد کرادوں، انگریز ساکت ہو گیا، جواب سمجھ گیا۔

پھر دوسری بات یہ پوچھی کہ حضورؐ اللہ کے محبوب ہیں۔؟ فرمایا ہاں۔ کہا اللہ تو ان کی دعا قبول فرماتے ہوں گے۔؟ کہا ہاں، ضرور کہا تو پھر انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ظالم لوگ کربلا میں میرے نواسے کو شہید کریں گے۔ اگر معلوم تھا تو وہ خدا سے دعا نہیں کرتے تھے کہ یہ ظالم برباد ہو جائیں کہ میرے نواسے تکلیف سے بچ جائیں۔ پھر وہ اتنے مقرب خداوندی تھے تو ایسی دعا خدا نے قبول نہ کی۔؟ تو جواب یہ تھا کہ پیغمبر اور صحابہؓ خدا سے قربانی مانگتے ہیں، قربانی سے پناہ نہیں مانگتے۔ بھوک ہو پیاس ہو موت ہو تکلیف ہو جو بھی ہو وہ مرضیٔ خداوندی کے طلبگار رہتے ہیں۔ مگر پادری تو طنز کررہا تھا کہ حضورؐ خدا کے مقرب ہوتے تو ان کے نواسہ پر ظلم کیسے ہوتا۔ اور حضورؐ نے بددعا اگر کی ہو تو خدا نے قبول نہ کی۔ شاہ صاحب نے الزاماً جواب دیا کہ پادری صاحب بات یہ ہے کہ حضورؐ نے فریاد اور شکایت کی کہ میرے نواسے کو ظالموں نے آگھیرا ہے اے خدا ان سے بچادے تو خدا نے کہا اے نبیؐ تو نواسے کا غم کررہا ہے۔ اور یہ انسان اتنے ظالم ہیں کہ خود میرے بیٹے (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰؑ کو پکڑ کر سولی پر چڑھایا اور وہ چلا چلا کر مجھ سے مدد مانگ رہا تھا کہ۔ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ اور آج بھی عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے اے میرے باپ مجھے ان یہودیوں سے بچادے مگر میں اپنے بیٹے کو نہ بچا سکا۔ تو تیرے نواسے کو کیسے

بچاؤں۔ پادری الزامی جواب سے ایسا سمجھا کہ دم دباکر انگریز حاکموں سمیت بھاگ گیا۔

الغرض حضورؐ نے شہادتوں کی خبر تو دی مگر یہ واقعات ٹلنے کی دعا نہ فرمائی کہ ان اللّٰہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ خدا تو مومنوں سے ان کے جان و مال جنت کے بدلے خریدتے ہیں۔ قربانی نہ ہو اور جنت یہ ناممکن۔ ایک زمیندار اگر چاہے کہ گندم حاصل کروں مگر ہم اسے کہیں کہ کاشت نہ کرو، بیج نہ بوؤ، تکلیف مت اٹھاؤ پانی مت دو تو کیا اسے ایسا کرکے غلہ اور اناج مل جائے گا۔ تم اسلام میں درجہ چاہو تو قربانی دوگے۔ ورنہ قربانی کے بغیر کچھ نہ ہوسکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۹۳۴ء سے پابندی کے ساتھ شائع ہونے والے ہندوستان کے مشہور دینی ماہنامہ

الفرقان لکھنؤ

کا

تیسرا انتخاب نمبر

ادارہ الفرقان کی بیالیس سالہ ممتاز روایات کے شایانِ شان اپنے طرز کی انوکھی اور یادگار پیش کش !

زیر ادارت

مولانا محمد منظور نعمانی

گذشتہ جلدوں کے منتخب اور چنیدہ مضامین پر مبنی دو خاص اشاعتوں (جون ۷۴ء اور جون ۷۵ء) کی غیر معمولی مقبولیت کے بعد علم دوستوں اور خصوصاً دینی ذوق رکھنے والوں کے لئے الفرقان کی یہ تیسری خاص اشاعت انشاء اللہ جون ۷۶ء میں منظر عام پر آرہی ہے۔ قیمت ۵/- روپے۔ سالانہ چندہ ۱۵/- روپے

قریباً دو سو صفحات پر مشتمل یہ خاص نمبر الفرقان کے سالانہ خریداروں کو ان کی خریداری کے حساب میں پیش کیا جائے گا۔ حفاظت سے طلب کرنے کے لئے ۲/- روپے رجسٹری فیس مزید ارسال فرمایئے۔

(تینوں خصوصی اشاعتیں ایک ساتھ طلب کرنے پر خاص رعایت)

ہمارا پتہ:- مینجر الفرقان، ۳۱- نیا گاؤں مغربی — (نظیر آباد) لکھنؤ

برائے پاکستان: سالانہ چندہ ۲۵/- روپے خاص اشاعت ۶/- روپے

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ:- سیکریٹری ادارہ اصلاح و تبلیغ — آسٹریلین بلڈنگ، لاہور